مسٹر جسٹس ایس۔ اے رحمٰن

میاں صاحب

میاں محمد شریف مرحوم سے میری پہلی ملاقات تقسیم ہند سے پہلے علی گڑھ میں ہوئی۔ مجھے ایک عزیز کی شادی کے سلسلے میں وہاں جانے کا اتفاق ہوا تو میاں صاحب کی خوش نما کوٹھی پر بھی حاضری دی۔ بڑی محبت سے ملے۔ میرے آکسفورڈ کے زمانہ کے عزیز دوست اور میاں صاحب کے داماد، خواجہ منظور حسین بھی ان دنوں وہیں مقیم تھے۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے علمی اور انتظامی حلقوں میں میاں صاحب ایک بزرگ محترم کی حیثیت رکھتے تھے۔ وہ ۱۹۱۷ء سے مسلسل اُس ادارہ کی خدمت کر رہے تھے۔ تقسیم کے بعد وہ آبائی وطن، لاہور، میں منتقل ہو گئے۔ ۱۹۵۱ء میں سردار عبدالرب نشتر مرحوم نے پنجاب یونیورسٹی انکوائری کمیشن مقرر کیا تو وہ سیکرٹری کے منصب کے لیے نامزد ہوئے۔ میں بھی کمیشن کے اراکین میں شامل تھا۔ میاں صاحب نے حسب عادت بڑی تن دہی سے اپنے فرائض انجام دیے اور کمیشن نے میاں سر عبدالرشید کی صدارت میں اپنی رپورٹ چند ماہ میں مکمل کر لی۔

غالباً ۱۹۵۲ء کا واقعہ ہے کہ ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین مرحوم نے مجھ سے ذکر کیا کہ وہ اسلامیہ کالج لاہور کے پرنسپل کے عہدہ کے لیے کسی موزوں شخص کے متلاشی ہیں۔ میں نے انھیں مشورہ دیا کہ اگر وہ میاں صاحب کو اس کام کا بیڑا اٹھانے پر راضی کر سکیں تو ان کی مشکل حل ہو جائے گی۔ انھوں نے مجھ سے اتفاق کیا اور یوں میاں صاحب اسلامیہ کالج سے وابستہ ہو گئے۔ ۱۹۵۶ء میں انھوں نے وہاں سے سبکدوشی حاصل

کر لی۔

پھر ۱۹۵۹ء میں ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کی وفات کے بعد، ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور کی مجلس انتظامیہ کی نظرِ انتخاب ان پر پڑی اور وہ اس ادارہ کے ڈائرکٹر بن گئے۔ تادمِ آخریں وہ اسی ادارہ سے منسلک رہے اور پیرانہ سالی اور گرتی ہوئی صحت کے باوجود اپنی خداداد صلاحیتوں کو، ایک جوان کی سی گرم جوشی اور مستعدی سے، بروئے کار لاتے رہے۔

اس کے ساتھ ساتھ وہ بزم اقبال، لاہور کے سہ ماہی رسالہ "اقبال" کے مدیر اعلیٰ کے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔ "اقبال" کی ادارت انھوں نے ۱۹۵۲ء میں سنبھالی تھی۔ یہ انہی کی ان تھک کوششوں کا نتیجہ تھا کہ اس رسالہ نے جلد ہی، علمی دنیا میں ایک خاص مقام حاصل کر لیا۔

میاں صاحب مرحوم اسم بامسمیٰ شخص تھے۔ نام کے بھی شریف اور طبیعت کے بھی شریف۔ خوش اخلاقی اور محبت گویا ان کی سرشت میں داخل تھی۔ البتہ کام چوری کو برداشت نہ کرتے تھے۔ ان کی دلچسپیاں اور ہمدردیاں ہمہ گیر تھیں۔ وہ فلسفی بھی تھے اور ادیب بھی۔ ابتدائی زمانہ میں شعر بھی کہتے رہے۔ وہ صاحبِ ادراک بھی تھے اور حامل احساس بھی۔ وہ جمالیات سے بھی شغف رکھتے تھے اور اقتصادیات اور سماجیات پر بھی نظر رکھتے تھے۔ وہ اعلیٰ تنظیمی صلاحیت کے مالک تھے۔ ان کی قاعدہ پسندی ان کے ہر کام سے آشکار تھی۔ افراط و تفریط سے گریز کرتے تھے اور ہمیشہ سلامت روی اور عدل کا راستہ اختیار کرتے تھے۔ یہی عدل پسندی کے طفیل، انھوں نے فلسفہ میں بھی، انتہا پسند دبستانوں کے درمیان ایک متوازن طرزِ فکر اختیار کیا۔

میاں صاحب مرحوم نے ۱۹۵۴ء میں فلاسفیکل کانگرس کی بنیاد ڈالی۔ یہ علمی مجلس ان کی عقلی علوم سے محبت کی یادگار ہے۔ پاکستان کے نمائندہ کی حیثیت سے انھوں نے متعدد

عالمی کانفرنسوں میں شرکت کی اور اپنے علم و فضل کا سکہ بٹھایا۔ انھیں خراجِ عقیدت ادا کرنے کے لیے متعدد ملکی اور غیر ملکی مفکرین نے "نذرِ شریف" کی تالیف میں شرکت کی۔ یہ امر اطمینان بخش ہے کہ یہ تالیف میاں صاحب کی زندگی میں مارچ ۱۹۶۵ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچ کر اشاعت پذیر ہوئی۔

میاں صاحب کا علمی شاہکار "تاریخِ فلسفۂ اسلامی" کی تدوین ہے جو دو حصوں پر مشتمل ایک ضخیم کتاب ہے اور جس کا ایک حصہ ان کے اپنے افکار کا مرہونِ منت ہے۔ میاں صاحب نے علمی ذوق و شوق سے بھرپور زندگی گذاری۔ وہ اپنی آخری علالت میں بستر پر لیٹے لیٹے بھی کام کے متعلق سوچتے رہتے تھے۔ اس قسم کی علمی لگن نادر چیز ہے۔ میاں صاحب کی موت ایک عالم کی موت ہے۔ خدا انھیں جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ آمین۔